تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم ۲ تا ۸ مارچ ۲۰۰۰ء مدیر : حافظ عاکف سعید

اقامت دین کی شرطِ لازم

"....اقامت دین کا کام انفرادی طور پر نہیں ہو سکتا' اس کے لئے اجتماعیت اور جماعت لازمی ہے۔ اگر انفرادی طور پر ہو سکتا تو ہر نبی کے ہاتھوں انقلاب برپا ہوتا۔ سیدھی سی بات ہے کہ نبی تو مرد کامل ہی ہوتے تھے' ان میں کوئی عیب اور کمی نہیں ہوتی تھی' وہ تو معصوم اور اللہ کے خاص بندے ہوتے تھے۔ اگر اکیلا آدمی یہ کام کر سکتا تو ہر نبی لازمی طور پر کر جاتا' خواہ اس کو ساتھی نہ ملتے اور جماعت نہ بنتی۔ لیکن یہ کام بغیر جماعت کے ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ یہ کام اگر ہوا تو ﴿ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ﴾ کے ہاتھوں تکمیل پذیر ہوا۔ یعنی "اللہ کے رسول محمد ﷺ اور آپ کے وہ جان نثار ساتھی جو آپ کے ساتھ تھے"۔ جب جاں نثاروں کی جماعت بنتی ہے تب یہ کام ہو سکتا ہے' ورنہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہمیں معلوم ہے کہ ان کے ہمراہ چھ لاکھ آدمی تھے' لیکن جب جنگ کا وقت آیا تو انہوں نے کورا جواب دے دیا : ﴿ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ ﴾ "اے موسیٰ! جاؤ تم اور تمہارا رب جا کر جنگ کرو' ہم تو یہاں بیٹھے ہیں"۔ اس طرزِ عمل کی پاداش میں چالیس برس تک کے لئے ان پر وہ ارضِ مقدس حرام کر دی گئی کہ جاؤ صحرائے تیہ میں بھٹکتے پھرو۔ اسی عرصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا انتقال ہو گیا اور ان کی زندگی میں وہ نظام قائم نہیں ہو سکا۔ چنانچہ اس کے لئے جمعیت اور جماعت ضروری ہے' قوت ضروری ہے۔

بدقسمتی سے یہ چیزیں ہمارے ذہنوں سے اس لئے نکل گئی ہیں کہ ہمارے تصورات سے جب اقامت دین کی فرضیت خارج ہو گئی تو جماعت کی فرضیت بھی غیر ضروری قرار پائی۔ اس لئے کہ ہر شے کا کوئی مقصد ہوتا ہے۔ عام لوگوں کا تصور جماعت صرف نماز تک محدود ہے۔ امام آیا' نماز پڑھی' جماعت ہو گئی' بات ختم ہوئی۔ وسیع تر جماعت کا کوئی تصور ہمارے ذہنوں میں نہیں رہا۔ اقامت دین کی جدوجہد کے لئے بھی ایک منظم جماعت کی ضرورت ہے جو سمع و طاعت والی ہو۔ حکم قرآنی ہے: ﴿ فَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ﴾ "سنو اور اطاعت کرو" جب تک سمع و طاعت کا یہ نظم نہ ہو اور ایک معتدبہ تعداد میں افراد جمع نہ ہوں اس وقت تک یہ کام نہیں ہو سکتا۔"

(امیر تنظیم اسلامی کے خطاب "دعوت قرآنی کا خلاصہ اور لب لباب" سے ایک اقتباس)

اس شمارے میں

☆ امیر محترم کا خطاب جمعہ 2
☆ مرزا ایوب بیگ کا تجزیہ 4
☆ حضور ﷺ بحیثیت مدعی 6
☆ ہم کون ہیں؟ 7
☆ افسانچہ 8
☆ قرضوں کی جنگ (9) 9
☆ کاروانِ خلافت منزل بہ منزل 10
☆ امیر تنظیم کے نام ایک ہندو کا خط 12

معاونین برائے مدیر :
☆ فرقان دانش خان
☆ مرزا ایوب بیگ
☆ نعیم اختر عدنان
☆ سردار اعوان

نگران طباعت :
☆ شیخ رحیم الدین

پبلشر : محمد سعید اسعد
طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس۔ ریلوے روڈ' لاہور
مقام اشاعت : 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : 3-5869501 فیکس : 5834000
سالانہ زر تعاون ۔/175 روپے

موجودہ دور میں یہودی عیسائی گٹھ جوڑ مکمل ہو چکا ہے

آج امت مسلمہ کا اصل مقابلہ یہود اور ان کے زیر اثر عیسائی طاقتوں سے ہے

یہود و نصاریٰ اور بھارت کی پاکستان سے دشمنی بہت حد تک آنحضور ﷺ کی سیرت کے ابتدائی مدنی دور سے مشابہ ہے

پاکستان کو امت مسلمہ کے امام کی حیثیت حاصل ہے لہٰذا اسلام دشمن طاقتیں اس کی ایٹمی صلاحیت پر شب خون مارنے کے درپے ہیں

اگر ہمیں وقتی طور پر بھارت سے صلح حدیبیہ کی طرز پر صلح کرنی پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے

مسجد دار السلام باغِ جناح' لاہور میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۵/ فروری ۲۰۰۰ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

(مرتب : فرقان دانش خان)

اس وقت پوری امت مسلمہ کو یہود و نصاریٰ کی مشترکہ دشمنی کا سامنا ہے جبکہ پاکستان کو یہود اور عیسائیوں کے ساتھ ساتھ اپنے طاقتور پڑوسی بھارت کی جارحیت کا بھی سامنا ہے۔ اس ضمن میں سورۂ مائدہ کے دو مقامات پر ہمارے لئے واضح رہنمائی موجود ہے۔ سورۂ مائدہ کی آیات ۵۱ اور ۵۲ میں ارشاد ربانی ہے :

"اے اہل ایمان' یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست (حمایتی) نہ بناؤ۔ اس لئے کہ وہ درحقیقت ایک دوسرے کے حمایتی اور دوست ہیں۔ تو جو کوئی بھی تم میں سے انہیں اپنا دوست سمجھے گا وہ انہی میں سے شمار ہو گا۔ اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ تم دیکھو گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں روگ ہے کہ وہ انہی میں گھسے جاتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ ہم پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔ قریب ہے (ہو سکتا ہے) اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو فتح مبین عطا کر دے یا خاص اپنے اختیار سے ایسے حالات پیدا فرما دے کہ پھر ایسے لوگوں کو اس پر شرمندگی کا سامنا کرنا پڑے جو وہ اپنے دلوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ (یعنی انہیں پچھتانا پڑے کہ ہم نے ایسا طرز عمل کیوں اختیار کیا)"۔

اسی سورۂ مبارکہ کی آیت ۸۲ میں ان آیات سے بظاہر قدرے متضاد بات وارد ہوئی ہے۔ یہاں "متضاد" کا لفظ میں نے جان بوجھ کر استعمال کیا ہے تاکہ ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ تاکہ پھر ان آیات میں ربط تلاش کیا جائے۔ فرمایا گیا :

"تم لازماً دیکھو گے کہ اہل ایمان سے دشمنی میں شدید ترین وہ لوگ ہیں' جو یہودی ہیں اور جو مشرکین ہیں۔ اور تم دیکھو گے اہل ایمان سے محبت اور دوستی میں قریب ترین ان لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم عیسائی ہیں یہ اس لئے ہے کہ ان میں کچھ درویش اور کچھ تارکِ دنیا لوگ بھی موجود ہیں اور ان میں تکبر نہیں ہے"۔

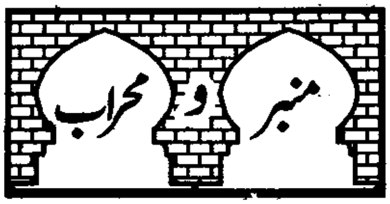

ان آیات میں بظاہر ایک تضاد نظر آتا ہے کہ ایک مقام پر یہود و نصاریٰ کی دوستی سے منع کیا جا رہا ہے جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا کہ عیسائیوں کی نسبت یہودی اور مشرکین اہل ایمان سے دشمنی میں زیادہ سخت ہیں۔ جبکہ آج معاملہ اس کے برعکس نظر آتا ہے۔ یہود و نصاریٰ دونوں مسلمانوں سے دشمنی اور عداوت میں ایک دوسرے کے حلیف نظر آتے ہیں۔ اس مسئلے کا ایک حل اللہ نے راقم کو سجھایا جسے لوگوں کے سامنے پیش کیا تو محسوس ہوا کہ یہی بات درست ہے۔ دراصل ان آیات میں تضاد اس طرح رفع ہوتا ہے کہ مؤخر الذکر آیہ مبارکہ میں بیان کی گئی صورتحال کا تعلق حضور ﷺ کے دور سے ہے کیونکہ حضور ﷺ کے دور میں اہل ایمان کو صرف مشرکین اور یہودیوں کی طرف سے دشمنی کا سامنا تھا جبکہ عیسائیوں کا طرز عمل مقابلتاً دوستانہ تھا۔ لیکن آج معاملہ یہ ہے کہ یہودیوں نے اپنی سازشوں کے ذریعے عیسائیوں کو مکمل طور پر فتح کر لیا ہے حتیٰ کہ پوپ نے ان کو تمام مذہبی جرائم سے بری قرار دے دیا ہے جن کے باعث آج تک وہ عیسائیوں کے نزدیک گردن زدنی تھے۔ دراصل مقدم الذکر آیہ مبارکہ میں آج کے حالات کی پیشین گوئی کی گئی ہے کیونکہ موجودہ دور میں یہودی عیسائی گٹھ جوڑ مکمل ہو چکا ہے۔ بقول اقبال؎

فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے

ان آیات کے اعتبار سے آج امت مسلمہ کا اصل مقابلہ یہود سے ہے جن کے ساتھ اسلام دشمنی میں نصاریٰ بھی شامل ہو چکے ہیں' جبکہ پاکستان کو امت مسلمہ کے امام کی حیثیت حاصل ہے۔ اس اعتبار سے یہود و نصاریٰ کا پہلا ہدف پاکستان ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان کے مشرقی محاذ پر بھارت جیسا دشمن بھی موجود ہے۔ یہ صورت حال بہت حد تک حضور ﷺ کے مدینہ منورہ ہجرت کے بعد ابتدائی دور سے مشابہ ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں مشرکین کی تعریف اگر صادق آتی ہے تو صرف بھارت پر۔ کیونکہ وہاں اسی طرح کی بت پرستی اور اسلام دشمنی موجود ہے جیسی دور نبوت میں موجود تھی۔ اُس وقت حضور ﷺ اور مسلمانوں کو مشرکین مکہ اور یہودیوں کی دوہری دشمنی کا سامنا تھا۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کی صورت میں جہاں ایک جانب مشرکین مکہ کے ساتھ محاذ کھل چکا تھا وہاں یہود کی بدعہدی اور سازشوں کے باعث یہود کے تینوں قبائل کے خلاف آنحضور ﷺ کو یکے بعد دیگرے فیصلہ کن قدم اٹھانے پر مجبور ہونا پڑا۔ بنو قینقاع اور بنو نضیر کو جلاوطن کیا گیا اور انہوں نے خیبر میں اپنے قلعے تعمیر کر لئے جبکہ بنو قریظہ کو سخت ترین سزا دی گئی۔ تاہم یہود اپنی سازشوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اپنی معاملہ فہمی اور اعلیٰ فراست کا ثبوت دیتے ہوئے ان مشکل حالات میں صلح حدیبیہ کے ذریعے مشرکین کے ساتھ وقتی طور پر مصالحت کر لی تھی اور پھر آپ نے پوری قوت کے

ساتھ خیبر پر فوج کشی کی اور یہود کی قوت کو کچل کر رکھ دیا۔ یہ سب کچھ صلح حدیبیہ کے بعد ممکن ہوا۔ حالانکہ اس صلح کے لئے آپؐ کے جان نثاروں میں سے کوئی بھی دلی طور پر رضامند نہ تھا کیونکہ یہ صلح بظاہر دب کر کی گئی تھی لیکن قرآن نے اسے فتح مبین قرار دیا ہے۔ اس صلح کے ذریعے ہی جزیرہ نمائے عرب میں یہود کا قلع قمع ممکن ہوا اور یہودیوں کی سازشوں سے چھٹکارا حاصل ہونے کے بعد فتح مکہ کی راہ ہموار ہوئی۔

آج پاکستان کچھ اسی قسم کے حالات میں گھرا ہوا ہے۔ مشرکین کا نمائندہ اس وقت بھارت ہے، جس نے پاکستان کو آج تک ذہنی و نفسیاتی طور پر قبول نہیں کیا۔ دوسری طرف یہود جو اس وقت معاشی اور اقتصادی اعتبار سے پوری دنیا اور بالخصوص امریکہ کو اپنے شکنجے میں لئے ہوئے ہیں' ان کا ٹارگٹ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔ پاکستان جو بدقسمتی سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں اس قدر پیچھے ہے کہ اپنے ملک میں کوئی معیاری سائیکل تک تیار نہیں کر سکا' اسے اللہ نے امت مسلمہ کے امام کی حیثیت سے موجودہ دور کی سب سے بڑی جنگی ٹیکنالوجی یعنی ایٹمی صلاحیت عطا کر دی ہے۔ شاید اس لئے کہ قیامت سے پہلے مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان جو آخری شوڈاؤن ہونے والا ہے جسے انجیل میں آرمیگاڈان اور احادیث میں الملحمۃ العظمی کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں امت مسلمہ اس ایٹمی صلاحیت کے ذریعے اپنا دفاع کر سکے۔ گویا پاکستان کی ایٹمی صلاحیت ہمارے پاس امت مسلمہ کی امانت ہے۔ اس حقیقت کا یہود و نصاریٰ کو خوب ادراک ہے۔ لہٰذا وہ سی ٹی بی ٹی کے ذریعے ہماری اس ایٹمی صلاحیت پر شب خون مارنے کے درپے ہیں۔ ان حالات میں ہمارے لئے صحیح تر راہ عمل تو یہی ہے کہ ہم سی ٹی بی ٹی پر کسی صورت دستخط نہ کریں' تاہم بحالت مجبوری ایک دوسری صورت وہ تجویز بھی ہو سکتی ہے جو ایٹمی سائنس دان سلطان بشیر الدین محمود نے دی ہے۔ انہوں نے اپنی حالیہ تجویز میں کہا ہے کہ بالفرض سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنا پڑیں تو ان سے یہ چار شرائط ضرور منوالی جائیں۔

۱) معاہدہ میں ترمیم کی جائے' جس کے مطابق جوہری قوت کا استعمال اپنی سرحدوں کے اندر امن و سلامتی کے لئے جائز قرار دیا جائے۔
۲) این پی ٹی میں ضروری ترمیم کی جائے' پاکستان کو ایٹمی قوت تسلیم کیا جائے' مغرب سے نیوکلیئر ٹیکنالوجی کی منتقلی پر پابندی ختم کی جائے۔
۳) سپر طاقتیں مسئلہ کشمیر کو حل کرائیں۔
۴) نیوکلیئر سپلائر گائیڈ لائن کے مندرجات کا مکمل خاتمہ کیا جائے۔

بہر حال سی ٹی بی ٹی پر کوئی مضبوط موقف اختیار کرنے کے بعد ہمارے لئے دوسرا اہم معاملہ میرے نزدیک یہ ہے کہ پاکستان کو کسی ایسی کوشش کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرنی چاہئے جو پاک بھارت دشمنی کے شعلوں کو کم کرنے کا باعث بنے۔ بلکہ اگر ہمیں وقتی طور پر بھارت کے ساتھ صلح حدیبیہ کی طرز پر بظاہر کچھ دب کر صلح کرنا پڑے تو اس سے بھی گریز نہیں کرنا چاہئے۔ اس طرح کم از کم ہمارا مشرقی بارڈر تو دشمن سے محفوظ ہو جائے گا۔ اگر ایسا ہو گیا تو قائداعظم کا وہ خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو جائے گا جس کے مطابق انہوں نے ایک موقع پر یہ امید ظاہر کی تھی کہ پاک بھارت تعلقات بالکل ایسے ہوں گے جیسے آج کینیڈا اور امریکہ کے درمیان تعلقات ہیں۔ پھر ہم اپنے ملک میں نظام خلافت قائم کر کے امت مسلمہ کے سب سے بڑے دشمن یہودیوں سے بھی نپٹ سکیں گے۔ تاہم یہ سب کچھ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاک بھارت تنازعہ کی سب سے بڑی وجہ مسئلہ کشمیر حل نہ ہو جائے۔

پاکستان کے چیف ایگزیکٹو پرویز مشرف نے بلاشبہ درست کہا ہے کہ "پاکستان اور بھارت کے درمیان اصل مسئلہ اور واحد جھگڑا کشمیر ہے' باقی مسائل تو معمولی نوعیت کے ہیں"۔ بلاشبہ یہی وہ مسئلہ ہے جسے ابتداء سے ہماری خارجہ پالیسی میں بنیادی اہمیت حاصل رہی ہے۔ دونوں ممالک کے وسائل و ذرائع کا ایک بڑا حصہ اسی تنازعے کی نذر ہوتا رہا ہے۔ خصوصاً چھوٹا ملک ہونے کے ناطے پاکستان کو معاشی طور پر زیادہ نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ اپنے دفاع پر کثیر رقم خرچ کرنے کے باوجود اقتصادی طور پر ہمارا ملک اس مقام پر ہے جہاں وہ بھارت سے آل آؤٹ وار مول نہیں لے سکتا۔ جبکہ بھارت اپنے وسائل کی بدولت' کشمیر پر آنے والے بے انتہا فوجی اخراجات کے باوجود اپنے پیروں پر کھڑا ہے۔ اسی مسئلے کی بدولت اس خطے میں آج دونوں ممالک کے درمیان ایٹمی جنگ کا خطرہ بھی موجود ہے۔ ان حالات میں مسئلہ کشمیر کا حل بہت ضروری ہے تاکہ دونوں ممالک کے تعلقات معمول پر آ سکیں اور دونوں ممالک بالخصوص پاکستان اپنے داخلی معاملات پر توجہ دے سکے۔ چنانچہ امریکی صدر کلنٹن جو جنوبی ایشیا کا دورہ کرنے والے ہیں اور جو دنیا میں امن کے پیامبر کے طور پر اپنا امیج بنانے کے خواہش مند ہیں' مسئلہ کشمیر کے تصفیہ کے ضمن میں اگر کوئی مناسب حل پیش کر سکیں تو ہمیں اس کو قبول کرنا چاہئے۔ کیونکہ کچھ عرصہ قبل تک تو اس بات کے شواہد موجود تھے کہ خود امریکہ کی نیت کشمیر پر خراب تھی اور وہ یہاں ایک آزاد کشمیری ریاست کی صورت میں دوسرے اسرائیل کے قیام کے خواب دیکھ رہا تھا۔ لیکن اب ایک خبر کے مطابق ہارورڈ یونیورسٹی کے تھنک ٹینک نے امریکی حکومت کو مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے یہ تجویز دی ہے کہ جموں اور لداخ بھارت کو دے دیئے جائیں۔ آزاد کشمیر اور شمالی علاقہ جات (بلتستان اور گلگت) پاکستان کا حصہ بنا دیئے جائیں جبکہ وادی کشمیر کو آزاد کر دیا جائے۔ میں اس منصوبے کے پہلے حصے کو درست قرار دیتا ہوں' جبکہ دوسرا حصہ غیر مناسب ہے۔ کیونکہ وادی کو آزاد کر دینے کی صورت میں یہاں کسی تیسری قوت کے لئے قدم جمانا بہت آسان ہو جائے گا۔ میرے نزدیک مسئلہ کشمیر کے حل کی بہترین صورت یہ ہو سکتی ہے کہ اس مسئلہ کو اس فارمولے کے مطابق حل کیا جائے جس کے مطابق پاکستان اور ہندوستان کی تقسیم عمل میں آئی تھی' یعنی کشمیر کے وہ مسلم اکثریت کے علاقے جو پاکستان کے ساتھ ملحق ہوں پاکستان میں اور اسی طرح غیر مسلم اکثریتی علاقے بھارت میں ضم کر دیئے جائیں۔ وادی کشمیر' جس پر اگرچہ پاکستان کا حق ہے لیکن چونکہ بھارتی عوام اسے کبھی بھی پاکستان کے حوالے کرنے پر راضی نہیں ہوں گے لہٰذا اس کے حل کی ایک کمتر صورت یہ بھی ہو سکتی ہے کہ وادی کی حد تک ریفرنڈم (استصواب رائے) کرا لیا جائے کہ وہ بھارت کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا پاکستان میں ضم ہونا چاہتے ہیں۔ اگر ریفرنڈم میں انہیں تھرڈ آپشن دے دیا جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قائداعظم نے مسئلہ کشمیر کے حل کے لئے ۱۹۴۷ء میں تھرڈ آپشن پر رضامندی ظاہر کی تھی۔ ان کے یہ بیانات ۱۳ جون ۴۷ء اور ۱۸ جولائی ۴۷ء کے پاکستان ٹائمز میں چھپ چکے ہیں۔ تاہم استصواب رائے کے بغیر وادی کو آزاد کر دینا جیسا کہ امریکی تھنک ٹینک نے تجویز کیا ہے درست نہ ہوگا۔ مزید برآں اس معاملے میں امریکہ یا یو این او کی دخل اندازی نہ تسلیم کی جائے۔ اگرچہ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل ہونا چاہئے لیکن اگر ایسا ہوا تو ہمیں گلگت' بلتستان اور آزاد کشمیر سے اپنی فوجیں نکالنا پڑیں گی جبکہ بھارت کو مقبوضہ کشمیر میں کچھ فوج رکھنے کا حق ہوگا۔ اگر ایسا ہو گیا تو اس کا نتیجہ بہت خطرناک نکلے گا۔ لہٰذا وادی کو اگر وہاں کے لوگ چاہیں تو اس طور سے آزاد کیا جائے کہ دنیا کی کوئی تیسری طاقت وہاں قدم نہ جمانے پائے۔

گزشتہ دنوں مجھے بھارت کی ایک معروف ادبی و سیاسی شخصیت سید شہاب الدین کا ایک خط موصول ہوا ہے جو انڈین لوک سبھا کے ممبر رہ چکے ہیں۔ سید شہاب الدین آج کل بھارتی سپریم کورٹ میں بطور وکیل پریکٹس کر رہے ہیں اور ماہنامہ "مسلم انڈیا" کے ایڈیٹر ہیں۔ انہوں نے اپنے خط میں مسئلہ کشمیر کے حل کے ضمن میں میری مذکورہ بالا تجویز کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ "کشمیر کو

(باقی صفحہ ۶ پر)

افراط زر کے باعث مہنگائی کا اژدہا متوسط طبقے کو نگلتا جا رہا ہے

حکومت بری طرح پھنس چکی ہے اور اقتصادی بحالی کا مستقبل قریب میں کوئی امکان نظر نہیں آتا

مشرف حکومت کی ساری کوششیں اس تاثر کو پیدا کرنے پر صرف ہو رہی ہیں کہ فوج نے اقتدار مجبوراً سنبھالا

جنرل صاحب! اگر آپ باوقار رخصتی چاہتے ہیں تو اللہ کا دامن مضبوطی سے تھام لیں

مرزا ایوب بیگ' لاہور

مشرف حکومت اس وقت چومکھی جنگ میں مصروف ہے۔ بیرونی محاذوں میں سے پاکستان کے ازلی دشمن بھارت سے محاذ آرائی اور کشیدگی کی شدت پوائنٹ آف نو ریٹرن کی طرف تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ دونوں ممالک کے درمیان لائن آف کنٹرول پر معمول کی جھڑپیں تو ایک عرصہ سے جاری تھیں اب بین الاقوامی بارڈر خصوصاً سندھ کی جانب سے کئی سیکٹروں پر جھڑپ ہو چکی ہے۔ پنجاب میں سیالکوٹ بارڈر پر بھی دونوں ممالک ایک سے زائد مرتبہ پنجہ آزمائی کر چکے ہیں۔ دونوں ممالک کے لیڈروں کی زبانیں ایک دوسرے کے خلاف آگ اگل رہی ہیں۔ اگرچہ پاکستان کے لئے یہ بات راز کی بات نہیں تھی کہ ہندوؤں نے ان کے الگ وجود کو تسلیم نہیں کیا لیکن کسی بھارتی لیڈر نے یہ جرأت نہیں کی تھی کہ وہ اپنے دل کی بات اس طرح کھلے عام زبان پر لے آئے جس طرح واجپائی نے اس کا اظہار کیا ہے اور صاف صاف کہہ دیا ہے کہ انہوں نے ہندوستان کی تقسیم کو بھی تسلیم نہیں کیا۔

ماضی میں پاکستان کے حکمران بھی اگرچہ کشمیر کو پاکستان کی شہ رگ کہتے رہے ہیں لیکن صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ یہ سب کچھ بھارت کو نہیں کہتے بلکہ محض اپنے عوام کو تسلی دینا اور مطمئن کرنا مقصود ہے کہ ہم کشمیر کو بھولے نہیں۔ لیکن جب جنرل پرویز مشرف یہ کہتے ہیں کہ ہمارا کشمیر کے سوا بھارت کے ساتھ اور کوئی جھگڑا ہے ہی نہیں اور بھارت کے ساتھ اگر مذاکرات ہوں گے تو صرف اور صرف کشمیر پر ہوں گے اور یہ مذاکرات ماضی کی طرح وقت ٹالنے کے لئے نہیں بلکہ بامقصد ہوں گے تو بے ساختہ زبان سے نکل جاتا ہے "فرق صاف ظاہر ہے"۔ دونوں ممالک کے درمیان کشیدگی اس درجہ بڑھ چکی ہے کہ ایک ملک اگر پہل کرتا ہے تو دوسرا ملک ترکی بہ ترکی جواب نہ دینا اپنے دفاعی نکتہ نظر سے انتہائی نقصان دہ سمجھتا ہے۔ نکیال سیکٹر میں بھارت چوری چھپے اپنے فوجی بھیجتا ہے اور وہاں شہریوں کا قتل عام کرتا ہے تو اگلے ہی روز پاکستان لائن آف کنٹرول پار کر کے اتنے ہی فوجی بھارت کے ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ جنگ میڈیا کی سطح پر بھی بڑے زوروں سے جاری ہے۔ دونوں ممالک کے نشریاتی ذرائع ایک دوسرے کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔ مشرف حکومت کا مسئلہ یہ بھی ہے کہ یہ حکومت غیر منتخب اور غیر نمائندہ ہے۔ اس حکومت کے بارے میں عوامی تاثر یہ ہے بلکہ صحیح تر الفاظ میں اس حکومت کی خواہش ہے کہ اس

تجزیہ

کے بارے میں عوامی تاثر یہ ہو کہ انہیں حکومت بہ امر مجبوری سنبھالنی پڑی ہے وگرنہ نواز حکومت تو بھارت دوستی اور امریکی غلامی میں اتنا آگے جا چکی تھی کہ قومی انا اور وقار بھی داؤ پر لگا دیا گیا تھا اور ملکی مفادات کے خلاف معاملات طے کئے جا رہے تھے جس میں خاص طور پر ایٹمی رول بیک بھی شامل ہے' اب یہ حکومت اگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرے تو گویا اس نے حکومت سنبھالنے کے کم از کم ایک جواز کی خود نفی کر دی اور اگر سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرے تو بیرونی سطح پر دوسرا محاذ بڑی عسکری اور اقتصادی قوتوں خصوصاً امریکہ کے ساتھ کھل جائے گا۔ اس محاذ پر ڈٹے رہنا اور شکست قبول نہ کرنا کسی روایتی انداز یا نارمل طریقے سے ممکن ہی نہیں ہے۔

داخلی محاذوں پر حکومتی مشکلات لاتعداد اور ان گنت ہیں لیکن ان میں اہم ترین محاذ جس میں شکست باقی تمام محاذوں کی کامیابیوں پر پانی پھیر سکتا ہے وہ اقتصادی بحالی کا محاذ ہے۔ ملک کی اقتصادی صورتحال یہ ہے کہ ایک عرصے سے ہم سود کی ادائیگی اور بعض اوقات سرکاری ملازمین کی تنخواہیں ادا کرنے کے لئے قرضے حاصل کر رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم تکنیکی طور پر دیوالیہ ہو چکے ہیں۔ سٹیٹ بینک کی تازہ ترین رپورٹ کے مطابق سرمایہ کاری منجمد ہے اور ہم اس وقت سالانہ صرف ۲۰۵ ارب ڈالر کی ادائیگیاں کر رہے ہیں جبکہ طے شدہ معاملات کے مطابق ہمیں ۵۰۰ ارب ڈالر کی ادائیگی کرنی چاہئے۔ افراط زر میں اضافے کی وجہ سے مہنگائی کا اژدہا متوسط طبقہ کو نگلتا جا رہا ہے۔ سرمایہ کاری منجمد ہونے کی وجہ سے بیروزگاروں کی فوج تیار ہو رہی ہے جن میں سے بعض تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق چوریاں کرنے اور ڈاکے مارنے پر اتر آئے ہیں جس سے ملک میں عدم تحفظ کا تاثر عام ہو گیا ہے۔ تاجر طبقہ جو نواز شریف کا بڑا لاڈلا اور بہت بڑا سپورٹر تھا' نواز شریف کی سرتوڑ کوشش کے باوجود ٹیکس خصوصاً سیلز ٹیکس دینے پر آمادہ نہیں ہوا تھا۔ ٹیکس کے معاملے میں زیادہ سختی برتی گئی تو تاجر ہڑتالوں پر اتر آئیں گے جسے مسلم لیگ اور نواز شریف کے سپورٹرز اپنی حمایت میں کیش کروانے کی کوشش کریں گے۔ یعنی سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرنے سے بیرون ممالک خصوصاً امریکہ اور جاپان کی اقتصادی مدد سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں اور داخلی طور پر ٹیکس وصول کرنے کی مہم سے نواز شریف کو ایک بار پھر مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا حکومت بری طرح پھنس چکی ہے اور اقتصادی بحالی کا کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ پھر یہ کہ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے سے تمام دینی جماعتوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو حکومت مخالف تحریک چلانے کے زیادہ اہل ہیں۔

حکومت کی ایک مصیبت یہ ہے کہ وہ پاکستان پیپلز

پارٹی کی چیئرپرسن اور ان کے شوہر آصف علی زرداری کی بدعنوانیوں کے خلاف چلنے والے کرپشن کے مقدمات واپس نہیں لے سکتی اور بے نظیر کے لئے کرپشن کے الزامات کے ہوتے ہوئے موجودہ حکومت سے تعاون کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے؟ حکومت کی ایک مشکل یہ بھی ہے کہ چیف ایگزیکٹو سمیت اکثر و بیشتر اراکین قومی سلامتی کونسل اور اراکین کابینہ سیکولر ذہن کے حامل ہیں' الا ماشاءاللہ۔ لیکن بہت سے مسائل میں جن میں مسئلہ کشمیر سرفہرست ہے' حکومت کی رائے سیکولر طبقہ کی بجائے دینی مزاج کی حامل جماعتوں سے مطابقت رکھتی ہے۔ حکومت سیکولر طبقہ کی خواہش کے مطابق جہادی تنظیموں سے آنکھیں پھیرنے اور انہیں دہشت گرد قرار دینے پر بھی تیار نہیں۔ مذہبی رجحان رکھنے والے لوگ غلط یا صحیح طور پر اس بات کے عادی نہیں کہ حکمران کے ذہنی میلان' اس کی تربیت اس کا ماحول' اس کی بود و باش اور اس کی عادات و اطوار کو اہمیت دیں۔ وہ تو کہتے ہیں کہ ہم نہیں جانتے کہ وہ کون ہے اور کیا ہے' اس کو بہرحال پاکستان میں اسلام نافذ کرنا ہو گا۔ لہٰذا حکومت سیکولر اور مذہبی دونوں قسم کے لوگوں کی تنقید کا نشانہ بن رہی ہے۔

سول بیورو کریسی حکومت کے لئے سب سے بڑی مصیبت بنی ہوئی ہے وہ حکومت کو بدنام کرنے کے لئے مختلف ہتھکنڈے آزما رہی ہے۔ حکومت پرائس کنٹرول کرنے کا حکم دیتی ہے تو وہ خوردہ فروشوں کو پکڑنا شروع کر دیتی ہے۔ تجاوزات ہٹانے کو کہتی ہے تو وہ ریڑھی بانوں کا صفایا کر دیتی ہے' جس سے غریب عوام میں حکومت کا امیج بری طرح تباہ ہو رہا ہے۔

اللہ ہی جانتا ہے مہاجر فیم الطاف حسین کیا چاہتے ہیں۔ بے نظیر سے اتحاد کیا' پھر اس سے شدید دشمنی ہو گئی۔ نواز شریف الطاف بھائی بھائی بنے' پھر انہیں بدترین دشمن قرار دیا۔ مشرف کو خوش آمدید کہا' اب ان کے خلاف کراچی میں ہڑتالیں شروع کر دی ہیں۔ الطاف خود اس وقت لندن میں مقیم ہیں لیکن ان کی ڈوری معلوم ہوتا ہے کہیں اور سے ہلائی جا رہی ہے۔ بہرحال وہ بھی یکایک حکومت کے خلاف متحرک ہو گئے ہیں۔

خارجہ پالیسی کے حوالے سے ہم پہلے ہی دنیا میں تنہا ہو چکے ہیں۔ چین اگرچہ ہمارا مخلص دوست ہے' ہندوستان کی بڑھتی ہوئی قوت اور چین کے گرد گھیرا تنگ کرنے کی امریکی کوششوں کے پیش نظر ایک مضبوط اور مستحکم پاکستان خود چین کی اپنی ضرورت ہے لیکن وہ جہادی قوتوں کی سرگرمیوں سے خوفزدہ ہے اسی لئے اس نے چیچنیا کے مسئلے پر باقی دنیا کے مقابلے میں روس کی حمایت کی ہے۔ اس ساری صورتحال میں ہمارا مشورہ ہے کہ جنرل صاحب آپ کی ذہنی ساخت جیسی بھی ہے' آپ کی تربیت خواہ کسی ماحول میں بھی ہوئی ہے' فوج کا کلچر کیسا بھی ہے' ماضی میں آپ کی ترجیحات خواہ کچھ بھی رہی ہیں' یہ سب کچھ فراموش کر کے اگر آپ اپنی ذمہ داریوں سے باعزت طور پر عہدبرآ ہونا چاہتے ہیں اور اپنی باوقار رخصتی چاہتے ہیں تو اللہ کے دامن کو مضبوطی سے تھام لیں۔ آپ کے پاس کوئی اور چارہ کار ہے ہی نہیں۔ ویسے تو انسان چھوٹے سے چھوٹے کام کے لئے بھی اس بے نیاز کا محتاج ہے آپ نے تو پاکستان جو مسائلستان بن چکا ہے اس کی ناؤ کنارے لگانی ہے۔ کل جس کام پر پچھتانا ہے اس سے آج ہی کیوں نہ گریز کیا جائے۔ اللہ کے مقابلے میں کوئی آپ کا حامی و ناصر نہیں ہو سکتا۔ دنیوی قوتیں ظاہراً بڑی عظیم لیکن اندر سے کھوکھلی ہوتی ہیں۔ نظر کا یہی دھوکہ انسان کی ہلاکت کا باعث بنتا ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

خبرنامہ اسلامی امارت افغانستان

ضربِ مؤمن' ۲۵ فروری تا ۲ مارچ ۲۰۰۰ء

اقوام متحدہ امارت اسلامیہ کے خلاف گمراہ کن پروپیگنڈا بند کرے ○ ملا محمد عمر

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے اقوام متحدہ کو خبردار کیا ہے کہ وہ حقائق کو نظرانداز کرنے کی کوشش نہ کرے۔ افغانستان کے حوالے سے اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کوفی عنان کے حالیہ ریمارکس کے جواب میں جاری شدہ ایک بیان میں انہوں نے کہا اب لگتا ہے کہ کوفی عنان مخالفین کا نمائندہ بنے ہوئے ہیں۔ چنانچہ حالیہ دنوں میں پنج شیر میں ہونے والی فضائی بمباری پر اپنے ایک بیان میں کوفی عنان نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوفی عنان مسئلہ افغانستان میں اپنی غیر جانبداری شفاف رکھنے میں ناکام ہو چکے ہیں۔ امیر المومنین نے کہا کہ اقوام متحدہ پر دنیا والوں نے جو اعتماد کیا ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ عالمی مسائل میں غیر جانبداری کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیا جائے مگر افغانستان کے حوالے سے اقوام متحدہ کا حالیہ موقف دوسرے مسائل کے بارے میں اس کے موقف سے کھلا تضاد رکھتا ہے۔ ان مسائل کے بارے میں اقوام متحدہ کا موقف یا تو خاموشی پر مبنی ہے یا بہت نرم اور معتدل ہے جبکہ افغانستان کے بارے میں جو موقف ہے وہ نہایت سخت اور حد اعتدال سے باہر ہے۔ حقیقت میں کوفی عنان مخالفین کی طرف سے شائع شدہ رپورٹوں کی تشہیر کر رہے ہیں حال ہی میں پنج شیر کے بعض مقامات پر امارت اسلامیہ کی مبینہ فضائی بمباری کے بارے میں جو ریمارکس انہوں نے دیئے ہیں وہ حقائق کے بالکل برعکس ہیں۔ ایسے ریمارکس دینے سے امارت اسلامیہ کے خلاف کوفی عنان کی شدید ذاتی دشمنی اور بدنیتی کا عندیہ ملتا ہے جو کہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت کے منافی ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مستقبل میں ایسے گمراہ کن ریمارکس سے گریز کیا جائے جس سے تناؤ بڑھ جانے کا خطرہ ہو بلکہ حقائق پر مبنی غیر جانبدارانہ رویہ اختیار کیا جائے۔

ان شاء اللہ روس ٹکڑے ٹکڑے ہو کر رہے گا ○ ملا حسن رحمانی

گورنر قندھار الحاج ملا محمد حسن رحمانی نے کہا ہے کہ روس آج بھی پوری قوت کے ساتھ ہمارے ملک میں فوجی مداخلت کا ارتکاب کر رہا ہے۔ افغانستان میں روسی فوجوں کی شکست کے حوالے سے ایک سیمینار میں انہوں نے کہا لگتا ہے کہ روسیوں نے اب تک افغان جہاد سے عبرت حاصل نہیں کی چنانچہ وہ چیچنیا سمیت متعدد مسلمان علاقوں میں لشکرکشی میں مصروف ہیں۔ روسی طلسم اب ٹوٹ چکا ہے اور روس مزید ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔

ٹی وی کے موضوع پر گفتگو ضیاع وقت کے سوا کچھ نہیں ○ ملا عبدالحئی

قندھار کے شعبہ اطلاعات و ثقافت کے سربراہ ملا عبدالحئی مطمئن نے کہا ہے کہ ہمارا نظام اخلاقی اور اسلامی بنیادوں پر قائم ہے اور کبھی بھی ایسا اقدام نہیں کیا جائے گا جس سے ہمارے اسلامی و اخلاقی اقدام پر آنچ آئے۔ انہوں نے کہا کہ امارت اسلامیہ کے سامنے ٹی وی کی نسبت کچھ اور مسائل بہت اہم اور مقدم ہیں جن میں معاشرے کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا اور لوگوں کے معاشی مسائل حل کرنا شامل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ٹی وی "نان ایشو" ہے جسے مغربی ذرائع ابلاغ اب ایک "ایشو" بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے استفسار کیا کہ بیس ملین افغانوں میں سے ۱۹ ملین سے زیادہ لوگوں کو اب تک بجلی میسر نہیں' اب اگر ان کے گھروں میں ٹی وی لگائیں تو وہ انہیں چلائیں گے کیسے؟ ایسی غیر اہم چیزوں پر گفتگو کرنا وقت کے ضیاع کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ مدّعی

تحریر : حافظ محمد مشتاق ربانی گوجرانوالہ

مسلمان ہوں یا غیر مسلم سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ کامل ترین انسان صرف رسول اکرم ﷺ ہیں جو ہر پہلو کے اعتبار سے ایک خاص راہنما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپؐ کامیاب سربراہ' اعلیٰ سپہ سالار' عظیم داعی' کامیاب مصلح کے علاوہ ہر میدان میں منصہ شہود پر ہیں لیکن آپؐ کی سیرت کا ایک خاص پہلو جو مسلمانوں سے عام طور پر اوجھل ہے وہ بحیثیت مدعی ہے۔ عام طور پر لوگ آپؐ کو شفاعت کرنے والے کے حوالے سے ہی جانتے ہیں جو کہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے جسے مشروط شفاعت کہہ سکتے ہیں' لیکن بحیثیت مدعی ہونا آپؐ کی سیرت کا ایک گمشدہ باب ہے۔

ذرا تصور کریں کہ جن کی زندگی انسانوں کی خدمت کے لئے وقف تھی جنہوں نے انسانیت کو تباہی سے بچانے کے لئے ہر طرح کی قربانی دی بلکہ صحیح تر الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ آپؐ اپنے لئے نہیں لوگوں کی خدمت کے لئے پیدا ہوئے۔ وہ مبارک ہستی اپنی ہی امت کے خلاف خدا کے حضور مقدمہ دائر کرے گی کہ میری امت نے اس قرآن کو ترک کردیا۔

غور کریں کہ جب آپؐ اللہ کی عدالت میں قرآن کے بارے میں اپنی ہی امت کے خلاف رٹ دائر کریں گے۔ آپؐ کی حالت کیا ہوگی؟ آپؐ کے احساسات کیا ہوں گے؟ آپؐ کے جذبات کس قدر مجروح ہوں گے اور اپنی ہی امت کے بارے میں کیا تاثرات لے رہے ہوں گے؟ یہ وہ باتیں ہیں جو ایک سچے عاشق رسولؐ کے لئے تشویش کا باعث ہیں اور ایک خاص راستہ تجویز کر رہی ہیں۔

اس مقدمہ کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اس میں رٹ محمد ﷺ دائر کریں' اس ذات کی عدالت میں جس سے بڑھ کر کسی سچے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ فرد جرم قرآن حکیم کے حوالے سے عائد ہوگی اور جن کے خلاف ہوگی' وہ آپؐ کی امت ہوگی۔ یہ تصور کیسے قائم کیا جاسکتا ہے کہ نبیؐ شکایت کریں اور اللہ تعالیٰ اس شکایت کا ازالہ نہ کریں لہٰذا ہمیں اس شکایت سے بچاؤ کے لئے مناسب لائحہ عمل تیار کرنا چاہئے۔

محسوس ایسے ہوتا ہے کہ آپؐ جو مشروط شفاعت کریں گے وہ شخصی نوعیت کی ہوگی جبکہ جو شکایت کریں گے وہ اجتماعی ہوگی چونکہ قرآن حکیم میں اِنَّ قَوْمِیْ (بے شک' میری قوم) کے الفاظ آئے ہیں۔ یاد رہے کہ امت محمدیہ میں صرف مسلمان ہی شامل نہیں ہیں' بلکہ آپؐ کی بعثت سے لے کر قیامت تک ہر دور کا انسان آپؐ کی امت میں شامل ہے یہ ایک الگ بات ہے کہ اس نے باقاعدہ طور پر کس مذہب میں شمولیت اختیار کی ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو یہ الزام غیر مسلموں پر عائد ہوگا جنہوں نے اس قرآن کو پہچاننے کے بارے میں کوتاہ نظری کا ثبوت دیا ہوگا لیکن دوسری طرف اس شکوہ کا اطلاق مسلمانوں پر بھی ہوگا جیسا کہ مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں :

> "اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا' اس میں تدبر نہ کرنا' اس پر عمل نہ کرنا اس کی تلاوت نہ کرنا' اس کی تصحیح قراءت کی طرف توجہ نہ دینا' اس سے اعراض کرکے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف توجہ کرنا یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت داخل ہوسکتی ہیں"۔

عجیب اتفاق کی بات ہے کہ مسلمانوں کی دنیوی اور اخروی زندگی کی کامیابی کا انحصار قرآن حکیم کے ساتھ وابستہ ہے اور دوسری طرف کفار کے غلبہ اور اقتدار کا راز بھی اس بات میں مضمر ہے کہ وہ کس قدر انہیں قرآن کی تعلیمات پر عمل کرنے سے روک سکتے ہیں یا انہیں قرآن سے غافل رکھ سکتے ہیں گویا کہ دونوں کی قوت و اقتدار کا انحصار قرآن حکیم کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن حکیم عرب میں نازل ہوا' قراءت مصر میں ہوئی' سمجھا ہند میں گیا لہٰذا کتنی خوش آئند بات ہوگی کہ دوبارہ عمل کی سعادت اہل پاکستان کے حصہ میں آئے۔ صرف اسی طرح ہم قیامت کے دن نبیؐ کی شفاعت سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں اور آپؐ کے عتاب سے بچ سکتے ہیں۔

بقیہ : منبر و محراب

تقسیم ہند کے نامکمل ایجنڈے کے طور پر اسی فارمولے کے تحت جس کا میں نے اوپر ذکر کیا' تقسیم کرکے صرف وادی کشمیر کو داخلی طور پر خود مختاری دے دی جائے تاہم یہ علاقہ مشترکہ طور پر بھارت اور پاکستان کے زیر انتظام ہو جیسا کہ فرانس اور سپین کی سرحد پر موجود "اینڈورا" (Andorra) کا علاقہ ان دونوں ممالک کے زیر انتظام ہے۔ ایسی صورت میں پاکستان اور بھارت مشترکہ طور پر اس علاقے کی تعمیر و ترقی' دفاع اور امور خارجہ کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے علاوہ کشمیر کے عوام کو تعلیم' تجارت اور آباد کاری کے لئے پاکستان یا بھارت میں جانے کا حق بھی حاصل ہو۔ لیکن بھارت یا پاکستان کے لوگوں کو وادی میں آباد ہونے کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہئے"۔ (سید شہاب الدین کے مذکورہ خط کا متن گزشتہ شمارے میں شائع کیا جاچکا ہے)۔

میرے نزدیک یہ حل بھی قابل عمل ہے۔ دراصل اب دونوں ممالک کو اس سازش کا حصہ نہیں بننا چاہئے جس کے بیج انگریز نے کشمیر کے مسئلے کو الجھا کر ڈالے تھے تاکہ اس خطے میں کبھی امن قائم نہ رہ سکے۔ لہٰذا ہمیں اگر فی الوقت بھارت سے صلح حدیبیہ کی طرز پر صلح کرنی پڑے تو میرے نزدیک اس سے گریز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ ہمیں اصل تیاری یہود اور اس کے زیر اثر عیسائی طاقتوں کے خلاف کرنی ہے جو عنقریب پورے عالم اسلام کے خلاف محاذ کھولنے اور مشرق وسطیٰ میں خونریزی مچانے کے درپے ہیں۔OO

ضرورت رشتہ

ایم اے' الہدیٰ سکول سے فارغ التحصیل' عربی کی استاد' قوم گکھڑ اعوان' لڑکی کے لئے مناسب دینی ذہن رکھنے والے شخص کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ : طارق محمود' مکان نمبر844/12' علی روڈ' فیصل آباد راولپنڈی کینٹ' فون : 5194561

ایم اے' لیکچرار لڑکی کے لئے کسی شریف دینی گھرانے سے لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔
رابطہ : ساجد محمود' مکان نمبر398' فردوس سٹریٹ گنج بھانہ۔ راولپنڈی

ایم ۔ اے اسلامیات ' دینی مزاج رکھنے والی لڑکی کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔
رابطہ : چوہدری اللہ دتہ
فون : 5150666 (صبح 10 تا رات 8 بجے)

لاہور میں مقیم' ایم ایس سی' ذاتی کاروبار' کشمیر سے تعلق رکھنے والے 28 سالہ نوجوان کے لئے اعلیٰ تعلیم یافتہ' پردہ دار' صوم و صلوٰۃ کی پابندی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ نکاح مسجد میں ہوگا اور جہیز نہیں لیا جائے گا۔ رابطہ : سردار اعوان
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 03-5869501

ہم کون ہیں؟

تحریر : سلطان رفیع

مرسلہ : شیخ جمیل الرحمٰن ——— بحوالہ روزنامہ "جنگ" کراچی

ہر چھوٹے سے چھوٹے ملک اور مختصر سے مختصر سی قوم کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں جن کے توسط سے وہ ملک اور قوم دنیا بھر میں جانی و پہچانی جاتی ہے۔ ان کی یہ خصوصیات ہی ان کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ جبکہ بے نام و نشان لوگ اور اقوام عالمی ہجوم میں گم ہو کر ایک نہ ایک دن ناپید ہو جاتے ہیں۔ جہاں تک پاکستان اور پاکستانی قوم کا تعلق ہے ان کا جداگانہ تشخص اور ان کی پہچان مسلمہ ہے کیونکہ یہ ملک اور یہ قوم کسی نظریہ اور فلسفہ کی پیداوار ہے جسے انہوں نے انگریز اور ہندو سے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا سے خود کو منوایا تھا۔ پاکستان کا عالمی نقشہ پر ابھرنا اس نظریئے اور فلسفہ ہی کا مرہون منت تھا مگر یہ امر باعث تعجب و افسوس ہے کہ ہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہ صرف اپنے تاسیسی نظریہ اور فلسفہ کو فراموش کرتے جا رہے ہیں بلکہ اپنی خصوصیات اور اپنی شناخت سے بھی محروم ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس میں جہاں ان کی سیاسی و معاشی محرومیوں کو دخل حاصل ہے وہاں یہ اس ذہنی و فکری انتشار کا بھی نتیجہ ہے کہ پاکستانی قوم کے اذہان و قلوب میں حلول کر کے ایمان و ایقان کی نعمت بے بہا سے محروم کر دیا ہے اور اب وہ بے یقینی اور مایوسی کے گرداب میں پھنس کر اپنی سدھ بدھ تک بھلا چکی ہے۔ قدرتی وسائل اور معدنی دولت سے مالا مال ملک پاکستان اور شاندار روایات و اقدار کی حامل پاکستانی قوم فی الوقت ایک ایسے چوراہے پر کھڑے ہیں کہ جہاں ان کے لئے یہ فیصلہ کرنا بھی دشوار ہو رہا ہے کہ انہوں نے کس کھونٹ جانا ہے۔ ان کی منزل کونسی ہے اور وہ کیسے وہاں تک پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ ان کا اپنے تاسیسی نظریہ اور فلسفہ پر قائم وہ پہلا جیسا اعتماد و یقین بڑی حد تک متزلزل ہو چکا ہے دوسرے یہ کہ وطن عزیز کے تعلیمی و تربیتی ادارے اور مراکز خود بے ربطی اور بے سمتی کا شکار ہو چکے ہیں اور تیسرے یہ کہ ملک کی سیاسی اور مذہبی جماعتیں نیز ملکی ذرائع ابلاغ بشمول اخبارات و جرائد بھانت بھانت کی بولیاں بول کر اور متضاد نظریئے و فلسفے پیش کر کے انہیں ذہنی و فکری انتشار میں مبتلا کرنے پر تلے ہوئے ہیں جس کے باعث ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت نے ہی کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔ یہ صورتِ حال صرف عوام تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ملک کی ادلتی بدلتی حکومتیں اور انتظامیہ (بیوروکریسی) بھی اسی بے یقینی اور بے عملی کی کیفیات سے دوچار ہیں جس کا اظہار ان کی پالیسیوں اور اقدامات سے ہوتا ہے۔ تاحال ہم اور ہماری سیاسی و حکومتی قیادتیں یہ بھی طے اور فیصلہ نہیں کر پائی ہیں کہ ہم ایک ترقی پذیر ملک ہیں یا ترقی یافتہ ملک؟ ہمارے ملک کی اکثریت غریب ہے یا خوشحال؟ ہماری معیشت کی بنیاد زراعت پر ہے یا صنعت پر؟ ہم نے ملک کو غیر ملکی قرضے لے کر چلانا ہے یا خود کفالت حاصل کرنی ہے؟ ہم نے غیر ملکی سرمائے اور غیر ملکی ٹیلنٹ کے لئے اپنے دروازے چوپٹ کھولنے ہیں یا ملکی سرمائے اور ملکی ہنرمندوں کو موقع فراہم کرنا ہے؟ اس طرح اوپر سے نیچے تک لاعلمی' بے خبری' بے یقینی اور بے سمتی کا ایک سلسلہ لامتناہی جاری و ساری ہے جس کی موجودگی میں بھلا ہم خود آگاہی اور خود شناسی کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟ اور اپنے تاسیسی نظریہ اور فلسفہ پر کیسے قائم رہ سکتے ہیں؟ ایسے میں تو وہی ہو گا جو کہ ہو رہا ہے۔ یعنی ابہام و اشکال اور خود فراموشی پر مبنی ایک ایسا معاشرہ جس پر ہمارا کوئی کنٹرول اور اختیار نہ ہو۔

ہماری اپنی کوتاہیاں کیا کم ہیں کہ بیرونی دنیا الگ ہمارے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ فی الوقت پاکستان اور پاکستانی قوم تقریباً پوری دنیا کا موضوع گفتگو ہیں اور سبھی مل کر ہمیں دقیانوسی' رجعت پسند' فرسودہ اور غیر جمہوری کہتے اور ثابت کرنے میں مصروف ہیں (پاکستان میں بار بار فوج کے برسراقتدار آنے پر ان کی غیر جمہوری ہونے کی پھبتی تو اب ہم پر چسپاں بھی ہو گئی ہے) جبکہ اہل مغرب نے تو ہمیں "بنیاد پرستی" (فنڈامینٹلزم) کے خطاب سے نوازا ہے اور وہ تواتر سے اسے دہرا رہے بھی رہے مگر یہ انکے تعصب اور مخالفانہ پروپیگنڈے کا ایک حصہ ہے ورنہ اب ہم "بنیاد پرست" (فنڈامنٹلسٹ) کہاں ہیں؟ ممکن ہے ہمارے آباؤ اجداد بنیاد پرست یا راسخ العقیدہ رہے ہوں مگر ہم تو ہرگز نہیں ہیں۔ اگر کبھی مذہبی راسخ العقیدگی ہماری "بنیاد" تھی بھی تو وہ اب ہرگز نہیں ہے۔ ہم ایک ایک کر کے اپنی سبھی بنیادوں کو خود ڈھاتے چلے جا رہے ہیں اسلامی اور مشرقی تہذیب و ثقافت' چادر اور چار دیواری کا اہتمام غیر مخلوط معاشرہ' مخصوص لباس' مخصوص دستر خوان' اپنی زبان' اپنا ادب' مہذب مجالس' خدا خوفی' خدا ترسی' اکل حلال کے حصول کی کوشش' سادگی' قناعت' صبر و توکل' شرم و حیاء' امداد باہمی وغیرہ۔ یہ تھیں ہماری "بنیادیں" ان میں سے اب کونسی چیز باقی رہ گئی ہے مگر اس کا بھی اب چل چلاؤ ہے۔ بس دکھاوے' نمائش اور بناوٹ کی حد تک! برقعے ناپید ہو گئے۔ چادر باقی رہ گئی ہے مگر اب اس کا بھی چل چلاؤ ہے۔ ٹوپیاں اور شیروانیاں عجائب گھروں کی زینت بن چکیں۔ اب عوام کا ہی نہیں دفتری اور سرکاری لباس بھی کوٹ پتلون اور نکٹائی ہے۔ دستر خوان بدل گئے۔ باجرے کی روٹی اور مکئی کے ساگ کی جگہ برگر اور پیزا نے لے لی ہے اور لسی کی جگہ پیپسی کولا آ گئی ہے۔ سرکاری زبان کہنے کو اردو ہے مگر سرکاری اور نجی دفاتر میں انگریزی کا استعمال عام ہے اردو سکولوں کی حالت ابتر ہے البتہ انگریزی اسکول اور کالج خوب پھل پھول رہے ہیں بلکہ ان میں داخلہ بھی نہیں ملتا حالانکہ وہ حد درجہ مہنگے ہیں۔ اردو ادب کا کوئی پرسان حال نہیں۔ اردو کتابیں اور رسائل کوئی مفت لینے کو تیار نہیں ہے جبکہ انگریزی کتابیں اور جرائد منہ مانگے داموں بک رہے ہیں۔ ہمارے ریڈیو اور ٹی وی مغربی تہذیب و ثقافت کا خوب خوب پرچار کر رہے ہیں۔ شرم و حیا کا جنازہ نکالنے پر تلے ہوئے ہیں۔ رہی سہی کسر بھارتی دوردرشن اور زی ٹی وی نے پوری کر دی ہے جن پر فحش فلموں اور ہندو تہذیب و ثقافت کی بھرمار ہے اور ہمارے گھروں میں عورتیں اور بچے بڑی دلچسپی سے انہیں دیکھتے ہیں اور تو اور بھارتی ٹی وی پوجا پاٹ کے مناظر دیکھ پاکستانی نسل نو اسلام اور ہندومت کے فرق کو بلا بیٹھی ہے۔ نیز وہ ہندووانہ لباس اور رسم و رواج سے بھی مانوس ہو چکی ہے۔ اب تو ہمارے ہاں کی شادی بیاہ کی تقاریب میں بھی ہندووانہ رسموں کو فروغ حاصل ہے۔ لڑکیوں کا ڈھولک پر ناچنا گانا' دیئے جلا کر سمدھیانے لے جانا اور لڑکوں بالخصوص دولہا اور اس کے دوستوں کا رنگین دوپٹے اپنے سروں اور کاندھوں پر ڈال کر نکاح کی تقریب میں شریک ہونا اس امر کی غمازی کے لئے کافی ہیں۔ پھر اب تو پاکستانی بچے اپنے والدین سے یہ بھی دریافت کرنے لگے ہیں کہ ہماری شادیوں میں دولہا اور دلہن جلتی آگ کے گرد پھیرے کیوں نہیں لگاتے؟ یہ بھارتی ٹی وی کی کرشمہ سازی نہیں تو اور کیا ہے؟ اور پھر بھی دنیا ہمیں "بنیاد پرست" کہہ رہی ہے۔ جو اپنی تہذیب و ثقافت' زبان' لباس اور دستر خوان کا تحفظ نہ کر سکے وہ اپنے دین و ایمان کو کیسے بچا سکے گا؟ جب امریکی کلچر اور

(باقی صفحہ ۱۱ پر)

بلا عنوان

تحریر : ذیشان دانش خان

کفر کے غیر عادلانہ نظام میں طبقاتی اونچ نیچ کے پس منظر میں لکھی گئی ایک کہانی جس پر حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔ کہانی کا انجام آپ کو سوچنے پر مجبور کر دے گا

دوپہر کا وقت تھا۔ وہ دفتر سے چھٹی کر کے ویگن کے انتظار میں کھڑا تھا۔ دھوپ 'گرمی' جس کی شدت اور ویگن کے انتظار میں اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ دھوپ میں کھڑا رہنے کی وجہ سے وہ پسینے میں شرابور تھا۔ یہ کوئی آج کی بات نہ تھی بلکہ روز کا معمول تھا۔ اس کا گھر دفتر سے کافی دور تھا۔ اس لئے اسے روزانہ ویگنوں کے دھکے کھانے پڑتے تھے اور وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتا تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اپنی قلیل سی تنخواہ میں اس کے گھر کا چولہا بھی مشکل سے چلتا تھا کجا یہ کہ وہ سائیکل خریدتا اور اس کے اخراجات برداشت کرتا۔ خدا خدا کر کے ایک ویگن رکی اور اس میں بمشکل کھڑے ہونے کی جگہ ملی۔ وہ سارے راستے کمر جھکائے کھڑا رہا۔ گویا سکول میں استاد نے سزا دے رکھی ہے۔

وہ میرے گھر کے قریب ہی رہتا تھا اور اکثر اوقات مجھے پریشان ہی نظر آتا تھا۔ شام کے وقت جب وہ گلی کے نکڑ پر کھڑا تھا تو میں نے پوچھ ہی لیا۔ "بھائی ارشد! کیا حال چال ہیں"۔

"اللہ کا شکر ہے۔ آپ سنائیں"۔ اس نے قدرے دھیمے لہجے میں کہا۔

"بھائی خیر تو ہے آپ بہت پریشان دکھائی دے رہے ہیں" میں نے پوچھا۔

"بس یار مت پوچھو! پچھلے ایک ہفتے سے میری امی جان سخت بیمار ہیں اور سرکاری ہسپتال میں داخل ہیں"۔

اس نے افسردہ سے لہجے میں جواب دیا گویا اب رو دے گا۔

"اللہ پر بھروسہ کرو۔ اللہ انہیں صحت عطا فرمائے (آمین)" میں نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

اس کی باتوں سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس کی گزر بسر اچھی طرح نہ ہوتی تھی۔ اس کے پاس اپنی ماں کے علاج معالجے کے لئے بھی پیسے نہ تھے۔ وہ معاشرے کی ناانصافیوں اور ناہمواریوں سے بہت تنگ تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اس دنیا میں کس قدر ناانصافی ہے کسی کے پاس اتنا ہے کہ اس کی دولت کئی نسلوں کے لئے کافی ہے اور کسی کے پاس دس تاریخ کے بعد جیب میں پیسے نہیں ہوتے کہ وہ اپنی ماں کے لئے دوا لے سکے۔ ایک طرف لوگوں کے بچے ایئر کنڈیشنڈ سکولوں میں پڑھتے ہیں۔ اور دوسری طرف بچوں کے لئے ٹاٹ والے سکول بھی میسر نہیں۔ ایک طبقہ تو وہ ہے جو ہر سال نئے ماڈل کی کار خریدتا ہے جبکہ دوسرے طبقے کے پاس کھانے کے لئے دو وقت کی روٹی بھی نہیں۔ اگر کچھ ہے تو صرف غربت و افلاس 'بھوک و ننگ' بے روزگاری اور جہالت۔ کیا غریب کو اسی لئے پیدا کیا گیا ہے کہ سسک سسک کر زندگی گزار دے۔

میں نے اسے تسلی دی کہ انسان کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے اور کبھی بھی ہمت نہیں ہارنی چاہئے بلکہ حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنا چاہئے اور صبر و شکر سے زندگی گزارنی چاہئے۔ پھر میں اس کے پاس تھوڑی دیر کھڑا رہنے کے بعد واپس چلا آیا۔

کچھ دن اسی طرح گزر گئے۔ جب بھی وہ میرے پاس آتا 'اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر لیتا۔ لیکن پچھلے تین چار دنوں سے میری اس سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ میں آج کل اپنے امتحانوں کی تیاری میں مصروف تھا۔

آج اچانک وہ مجھے بس سٹاپ پر مل گیا میں نے پوچھا "کہاں جا رہے ہو؟"

کہنے لگا "اپنی امی جان کو خون دینے ہسپتال جا رہا ہوں انہیں خون کی بہت سخت ضرورت ہے"۔

"میں بھی چلوں تمہارے ساتھ"۔ میں نے کہا۔

"نہیں۔ بہت بہت شکریہ! اللہ آپ کو اجر دے"۔ اس نے شکریہ کے انداز میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد مجھے میری ویگن مل گئی اور میں اس میں بیٹھ کر چلا گیا۔ آج مجھے شہر سے باہر کسی کام سے جانا تھا۔ میرا ذہن اسی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کی حالت واقعی قابل ترس تھی۔ جب سے اس کے والد فوت ہوئے تھے 'گھر کی ساری ذمہ داری اس کے کندھوں پر آ پڑی تھی۔ وہ اپنی ماں سے بہت پیار کرتا تھا۔ شاید اسی لئے اب تک زندگی سے لڑ رہا تھا۔

شام کو جب میں واپس آیا تو اس کے گھر میں کہرام مچا ہوا تھا۔ گھر والے رو پیٹ رہے تھے۔ مجھے یکدم دھچکا سا لگا۔ میں نے گھر کے باہر جمع لوگوں سے پوچھا "کیا ہوا"۔

"ارشد صاحب کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہے"۔ کسی نے جواب دیا۔

اتنے میں ارشد پر میری نظر پڑی۔ وہ آگے بڑھ کر مجھ سے لپٹ گیا۔ رو رو کر اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ اس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"ماں اپنی اولاد کے لئے سایہ دار درخت کی طرح ہوتی ہے اور آج میں اس سائے سے محروم ہو گیا ہوں"۔

"ہوا کیا تھا"۔ میں نے اسے تسلی دینے کے انداز میں پوچھا۔

"میری ماں خون نہ ملنے کی وجہ سے اس دنیا سے رخصت ہو گئی"۔

"لیکن تم تو آج صبح خون دینے ہسپتال جا رہے تھے"۔

"ہاں ـــــ ویگن نہ ملنے کی وجہ سے میں وقت پر ہسپتال نہ پہنچ سکا تھا" اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

تنظیم اسلامی لاہور جنوبی کے زیر اہتمام
دفتر تنظیم اسلامی لاہور جنوبی '866۔ این پونچھ روڈ سمن آباد میں
بروز جمعہ 10 مارچ 2000ء شام سات بجے
سی ٹی بی ٹی کے حوالے سے ایک سیمینار
منعقد کیا جا رہا ہے۔ (ان شاء اللہ)
زیر صدارت : امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد
سیمینار کے دیگر مقررین : ایئر کموڈور (ر) طارق مجید' جنرل (ر) محمد حسین انصاری'
صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی' پریس کلب کے صدر بدر منیر چوہدری اور مرزا ندیم بیگ

قرضوں کی جنگ (9)

روپے میں کمی بیشی کے ذریعے حکومتوں کو کنٹرول کرنے اور تبدیل کرنے کی حیرت انگیز داستان

ترجمہ : ڈاکٹر محمد ایوب خان
ترتیب و تسوید : سردار اعوان

تیسری دہائی کی کساد بازاری

پہلی عالمی جنگ کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ منی چینجر ہر ملک کی بشمول امریکہ اکانومی کنٹرول کرتے ہیں اور اب ایک عالمگیر حکومت بنانے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ پیرس 'امن کانفرنس میں لیگ آف نیشنز کے نام سے اس کی تجویز ہوئی اور صدر ولسن کے ساتھ برنارڈ بروخ (Bernard Baruch) جس نے جنگ کے دوران کروڑوں ڈالر نفع کمایا تھا' بھی کانفرنس میں شامل ہوا لیکن دنیا ابھی اس کے لئے تیار نہ تھی۔ وطنیت کا تصور ذہنوں میں جاگزیں تھا۔ برطانوی سیکرٹری خارجہ لارڈ کرزن نے اسے ایک اچھا مذاق کہا۔ امریکی کانگرس نے اس کی تائید نہ کی۔ تائید اور مالی امداد کے بغیر لیگ خود ہی مرگئی۔

جنگ کے بعد امریکہ پر قرض دس گنا ہو گیا لیکن اکانومی درست رہی۔ دوسرے ممالک خاص طور پر برطانیہ سے سونا لڑائی کے زمانے میں اور بعد میں بھی آتا رہا۔ صدر نے ٹیرف بڑھا کر آمدنی بڑھائی۔

لیگ آف نیشنز کے بے معنی ہو جانے کی وجہ سے منی چینجرز نے دوسری عالمی جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ انہوں نے امریکن اکانومی کو تباہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فیڈرل ریزرو نے روپے کی افراط شروع کر دی اور اسے ۶۷ فیصد بڑھا دیا۔ بزنس بڑھ گیا لیکن وہ سب ادھار پر تھا۔ سب خوش تھے مگر یہ محل ریت پر بنا تھا۔

اپریل ۱۹۲۹ء میں فیڈرل ریزرو کے سربراہ وار برگ (Warburg) نے اپنے دوستوں کو وارننگ بھیجی کہ سرد بازاری کا آنا یقینی ہے۔ اگست ۱۹۲۹ء میں فیڈ نے روپیہ کھینچنا شروع کر دیا اور یہ محض اتفاق نہیں کہ سٹاک مارکیٹ کریش ہونے سے پہلے راک فیلر' مارگن اور بروخ وغیرہ نے اپنے حصے بیچ دیئے۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو بڑے بینکروں نے اپنے قرضے واپس مانگ لئے۔ لوگوں کو اپنے سٹاک معمولی قیمتوں پر بیچنے پڑے اور مارکیٹ بیٹھ گئی۔ اس دن کو "تاریک جمعرات" کا نام دیا گیا۔ یہ حادثہ روپیہ کھینچ لینے کی وجہ سے ہوا۔

چند ہفتوں میں تین بلین ڈالر کم ہو گئے۔ ایک سال میں ۴۰ بلین کم ہو گئے۔ اور بالآخر زراعت اور متوسط طبقے کے ہاتھوں سے ۲۰۰ بلین ڈالر نکل گئے۔ آج حالت یہ ہے کہ ۶۵ سال کی عمر میں لوگوں کے پاس نہ مکان ہیں نہ کھیت اور ان کے قرضے کی رقم نکال دیں تو ان کے پاس کچھ بھی نہیں رہتا۔

فیڈرل ریزرو نے مارکیٹ کو روپیہ سپلائی کرنے کی بجائے مزید ۳۳ فیصد کم کر دیا۔ لیکن روپیہ ختم نہیں ہوا بلکہ ان کے پاس چلا گیا جنہوں نے کریش سے پہلے بانڈ خرید لئے تھے۔ پھر انہوں نے امریکہ ہی خرید لیا۔ علاوہ ازیں روپیہ یورپ کو ٹرانسفر ہونا شروع ہو گیا۔

ہٹلر کے پولینڈ پر حملے سے آٹھ سال پہلے کرنسی کمیٹی کے صدر میکفیڈن نے کانگرس کو تنبیہ کی کہ ہٹلر کے عروج کی ادائیگی امریکہ کر رہا ہے۔

"پہلی جنگ عظیم کے بعد جرمنی انٹرنیشنل بینکرز کے قبضے میں آگیا اب وہ اس کے مالک ہیں۔ وہی اس کی صنعت کے مالک ہیں' اس کی پیداوار اور مفاد عامہ کو کنٹرول کرتے ہیں۔ وہ گورنمنٹ کو امداد دیتے ہیں اور ہٹلر کو اوپر لانے کے لئے انہوں نے ہی روپیہ دیا ہے۔ فیڈرل ریزرو کے ذریعے ۳۰ بلین ڈالر جرمنی میں ڈال دیئے گئے۔ وہاں کی فیکٹریاں' سڑکیں' مکان' پارک' جمنازیم ہمارے روپے سے بنے ہیں"۔

صدر ہوور (Hoover) نے چھوٹے بینکوں کو اوپر لانے کی کوشش کی مگر کچھ نہ بنا۔ روز ویلٹ (Rosevelt) اسی سال ۱۹۳۲ء میں صدر بنا تو فیڈرل ریزرو نے بٹوا کھولا اور کچھ روپیہ نکالا۔

جنگ عظیم دوم اور ناکس قلعہ

صدر روز ویلٹ نے پہلے تو منی چینجرز کو سرد بازاری کا باعث گردانا۔ چنانچہ ۴ مارچ ۱۹۳۳ء کو اس نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا :

"بے اصول منی چینجرز کا عمل عوامی عدالت میں ملزم ہے اور لوگوں کے دل و دماغ اسے مسترد کرتے ہیں۔ منی چینجرز ہماری تہذیب کے معبد کی اونچی کرسیوں سے بھاگ گئے ہیں"۔

لیکن دو دن بعد ہی روز ویلٹ نے بینک ہالیڈے کا اعلان کر دیا۔ اسی سال بعد میں اس نے سونا اور سونے کے سکے ذاتی ملکیت میں رکھنا غیر قانونی قرار دے دیا۔ عام امریکیوں کے پاس سونے کے سکے ہی تھے۔ لہٰذا نئے حکم کا مطلب ان کی ضبطی تھا۔ نہ ماننے والوں کی سزا دس سال قید اور دس ہزار جرمانہ تھا جو آج کے ایک لاکھ ڈالر کے برابر تھا۔

جمع کرانے والوں کو فی اونس کے عوض ۲۰.۶۶ ڈالر دیئے گئے۔ ضبطی کا یہ حکم اتنا ناپسندیدہ تھا کہ کوئی اسے اپنانے کو تیار نہ تھا۔ حتیٰ کہ صدر نے کہا کہ وہ اس قانون کا مجوز نہیں ہے بلکہ اس نے اسے پڑھا بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ ماہرین یوں چاہتے ہیں۔ سوچو کہ وہ ماہرین کون تھے۔

روز ویلٹ نے لوگوں کو یہ کہہ کر یقین دلایا کہ اس طرح کساد بازاری دور ہو گی۔ لیکن سونا استعمال نہ کیا گیا اور فیڈ نے روپے کو بھی محدود رکھا۔

۱۲۔ مئی ۱۹۳۳ء کو کانگرس نے یہ قانون پاس کیا کہ صدر ۳ بلین ڈالر کے نوٹ جاری کرے (جیسے لنکن کے گرین بیک تھے)۔ بینکرز نے مطالبہ کیا کہ صدر یہ نوٹ جاری نہ کرے اور صدر نے تسلیم کر لیا۔

پھر روز ویلٹ نے آرڈر دیا کہ سونے کا یہ پہاڑ ایک جگہ جمع کیا جائے۔ ۱۹۳۶ء میں ناکس قلعہ میں وہ جگہ تعمیر ہو گئی اور جنوری ۱۹۳۷ء میں سونا وہاں آنا شروع ہو گیا۔

۱۹۳۵ء میں جب سب سونا عوام سے منتقل ہو گیا تو اس کی قیمت ۳۵ ڈالر فی اونس کر دی گئی۔ دھوکا دینے کے لئے کہا گیا کہ صرف غیر ملکی اس نرخ پر بیچ سکتے ہیں۔ منی چینجرز نے جنہوں نے وار برگ کے نوٹ پر سونا ۲۰.۶۶ ڈالر کے حساب سے یورپ بھیج دیا تھا اب یہ سونا واپس منگوا کر گورنمنٹ کے پاس مہنگے نرخ پر بیچا۔

دوسری جنگ عظیم ہوئی تو دنیا کی سب قوموں کا قرضہ بہت بڑھ گیا۔ امریکہ کا قرضہ جو ۱۹۴۰ء میں ۴۳ بلین ڈالر تھا ۱۹۵۰ء میں ۲۵۷ بلین ڈالر ہو گیا۔ یعنی ۵۹۸ فیصد بڑھ گیا۔ جاپان کا قرضہ ۱۳۴۸ فیصد بڑھ گیا۔ کینیڈا کا قرضہ ۴۱۷ فیصد بڑھ گیا وغیرہ۔

راک فیلر نے بالشویک روس کو مدد دی اور ساتھ ہی نازی جرمنی کو اور روز ویلٹ کے نئے سوشل پروگرام کے لئے بھی رقم دی۔ وال سٹریٹ سب کے پشت پر تھی۔

لڑائی کے بعد دو پارٹی یا کئی پارٹی جمہوریتوں کے قیام سے جوڑ توڑ مزید آسان ہو گیا۔ روپے کی کمی اور مشکل وقت میں لوگوں کا رجحان کمیونزم کی طرف ہوتا۔ زیادہ روپیہ اور آسان وقت میں دوسری طرف ہو جاتا۔

انٹرنیشنل بینکرز روپے کی کمی یا بیشی پیدا کرنے پر قادر تھے۔ اس مالی طاقت اور میڈیا پر کنٹرول کے ذریعے جمہوریتوں کو زیر و زبر کرنا آسان تھا۔ (جاری ہے)

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

اسرہ بی بیوڑ کی دعوتی سرگرمی

۲۹ جنوری کو اسرہ بی بیوڑ کے چھ رفقاء پر مشتمل جماعت ماہانہ دعوتی اور تربیتی پروگرام کے لئے نماز ظہر کے بعد بی بیوڑ سے روانہ ہوئی تقریباً ۲ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع گاؤں بیدار پہنچ گئی۔ نماز عصر کے بعد راقم نے عبادت رب کے موضوع پر بیان کیا تقریباً ۱۶ افراد نے شرکت کی اور لوگوں کو عبادت کے اصل مفہوم سے آگاہ کیا گیا۔ چونکہ انسانوں اور جنات کی پیدائش عبادت کے لئے ہوئی ہے۔ تاکہ یہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کریں اور کامل بندگی پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ جنت اور جہنم سے نجات ہے۔

اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں خداوند کریم کی بندگی اختیار کرنی چاہئے۔ اس کے بعد دو طالب علموں کے ساتھ خصوصی ملاقات کی اور تنظیم کا فکر واضح کیا۔ بعد ازاں بعد نماز مغرب شہادت علی الناس اور اقامت دین کے موضوع پر راقم نے درس دیا۔ تقریباً ۲۰ منٹ تک ان دو مطالبات دین پر روشنی ڈالی کہ یہ امت مسلمہ کی ذمہ داری ہے کہ دین کو دوسروں تک پہنچائے اور تیسرا مطالبہ کہ دین کے اقامت کے لئے بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ دین کو قائم کرو۔ اور نظام عدل قسط کو قائم کرنے کے لئے اپنی استطاعت کے مطابق کوشش کرنا فرض عین ہے۔ یہ کوئی اضافی نیکی نہیں ہے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے دین کی خاطر کتنی قربانیاں پیش کی تھیں۔ اپنی تمام صلاحیتیں صرف کیں تھیں اور ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں عرب کے کچھ حصہ پر عدل و قسط والا نظام قائم کر کے دکھایا۔ پھر لوگ دین میں فوج در فوج شامل ہو گئے۔ غیر مسلم اس نظام حق سے متاثر ہوئے اب اگر دنیا پر نظر ڈالیں تو کہیں بھی عدل و قسط والا نظام نہیں ہے۔ اس کی ہم مثال پیش نہیں کر سکتے۔ ان دین کے مطالبات کے لئے ضروری ہے کہ تین باتوں پر عمل کریں۔ ا۔ جہاد (i) جہاد شیطان کے ساتھ (ii) جہاد نفس امارہ کے خلاف (iii) جہاد معاشرہ کے خلاف (۲) جماعت (۳) بیعت، اس پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی۔ اس میں تقریباً ۲۰ افراد نے شرکت کی اور یوں دعوتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : عالم زیب)

فیصل آباد میں سی ٹی بی ٹی نامنظور معلوماتی کیمپ

حلقہ پنجاب غربی کے زیر اہتمام فیصل آباد تنظیم شرقی و غربی کے تعاون سے ۲۱، ۲۲ فروری کو شہر کے مرکزی چوک گھنٹہ گھر میں سی ٹی بی ٹی نامنظور معلوماتی دو روزہ کیمپ منعقد کیا گیا۔ سی ٹی بی ٹی پر دستخط کرنے کی صورت میں ممکنہ نقصانات کی نشاندہی کے لئے جلی عبارتوں میں تحریر شدہ بینرز گھنٹہ گھر کے چاروں اطراف جنگلے پر آویزاں کئے گئے۔ حلقہ جات پنجاب شمالی لاہور سے شائع ہونے والے ہینڈ بلز بشمول ندائے خلافت میں اس موضوع پر شائع ہونے والے مضامین پر مشتمل چار ہینڈ بلز چھ ہزار کی تعداد میں طبع کرائے گئے۔

رفقائے تنظیم صبح کے وقت میز کرسیاں لگا کر ان ہینڈ بلوں کی تقسیم کے لئے چوک گھنٹہ گھر میں کچہری بازار کے سامنے بیٹھ جاتے۔ یہ نشست قبل از نماز مغرب ختم ہوتی۔ نشست گاہ کے اوپر دو بڑے بینرز میں سی ٹی بی ٹی نامنظور کی عبارت آویزاں کی گئی تھی۔ جو لوگوں کو اس اہم قومی مسئلہ کی طرف متوجہ کر رہی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کی ذاتی دلچسپی کی بنا پر دو دنوں میں چار ہینڈ بلز پر مشتمل ایک ہزار سے زائد سیٹ تقسیم ہوئے۔ جو لوگوں نے خود کیمپ سے حاصل کئے جہادی تنظیموں کے کارکنوں نے بھی یہ ہینڈ بلز خاص طور پر حاصل کئے۔ (رپورٹ : مختار احمد)

دعائے مغفرت

اسرہ ہمک کے رفیق جناب نیاز احمد کے چچا ۱۲ فروری کو قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔ رفقاء سے ان کی دعائے مغفرت کے لئے درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا شب بسری پروگرام

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا دعوتی و تربیتی پروگرام مسجد حافظ آباد خویشگی میں شب بسری کی صورت میں مورخہ ۲۲ جنوری ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا۔ میزبانی کے فرائض سرہ خویشگی کے ذمہ تھے۔ مجموعی طور پر مردان، رسالپور، بدرشی، ہاتھیان اور خویشگی سے ۱۲ رفقاء اور ۱۰ احباب نے کل وقتی شرکت کی۔

پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری اسرہ خویشگی کے رفیق خضر حیات نے ادا کی۔ پروگرام کا آغاز نماز مغرب کے بعد ترجمہ القرآن سے ہوا۔ جس میں جناب خضر حیات نے سورہ النصر تا سورۃ الناس تک ترجمہ اور تشریح بیان کی۔ اس کے بعد جناب ضمیر اختر صاحب نے سیرت النبیؐ کے ضمن میں بدر سے پہلے آٹھ مہمات کی مقصد و حکمت بیان کی۔

نماز عشاء کے بعد مردان کے جناب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے مطالبات دین کے موضوع کو بورڈ کی مدد سے

فیصل آباد میں سی ٹی بی ٹی نامنظور معلوماتی کیمپ کے مختلف مناظر

نہایت شائستہ الفاظ میں لوگوں کے سامنے واضح کیا انہوں نے فرمایا کہ اسلام چند رسومات یا عبادات کا نام نہیں۔ بلکہ یہ ایک مکمل نظام ہے جو غلبہ چاہتا ہے۔ اس پروگرام میں رفقاء و احباب کے علاوہ اردگرد سے آنے والے تقریباً ۴۰ مقامی نمازیوں نے بھی شرکت کی۔ اس پر کھانے کا وقفہ ہوا۔

کھانے کے وقفے کے بعد تعارفی پروگرام ہوا۔ تعارفی پروگرام کے بعد اسرہ خویشگی کے نقیب جناب ساوید احمد خان نے درسِ حدیث دیا۔ اس کے بعد راقم نے سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت سعید بن عامرؓ کی حالات زندگی بیان کئے۔ اس کے بعد آرام کے لئے وقفہ ہوا۔

انفرادی نوافل اور تلاوت قرآن کریم کے بعد آیہ البر کی تجوید' اور ترجمہ کو گروپس کی شکل میں ادا کیا گیا۔

نماز فجر کے بعد اسرہ بدرشی کے نقیب قاضی فضل حکیم نے سورۃ الزمر کی آیات ۵۳ تا ۵۹ کے مضامین کی روشنی میں توبہ کی حقیقت کو واضح کیا۔

سوائے ضمیر اختر کے تمام پروگرام پشتو زبان میں کیا گیا۔ اس کے بعد مسنون دعا کے ساتھ یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (رپورٹ : فضل رحیم)

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا شب بسری پروگرام

تنظیم اسلامی ذیلی حلقہ سرحد وسطی کا دعوتی و تربیتی پروگرام بمقام ڈپٹی فرمان علی مسجد نواب علی روڈ مردان میں شب بسری کی صورت میں مورخہ ۱۲ فروری ۲۰۰۰ء کو منعقد ہوا۔ میزبانی کے فرائض اسرہ مردان کے ذمہ تھے۔ مجموعی طور پر ۹ رفقاء اور گیارہ احباب نے کل وقتی شرکت کی۔ جبکہ ۴ رفقاء نے پیشگی معذرت کی۔

پروگرام کی نظامت کی ذمہ داری قاضی فضل حکیم نے ادا کی۔ پروگرام کا آغاز مغرب کے بعد مردان کے رفیق جناب ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے دینی فرائض کا جامع تصور سے کیا اور بورڈ کی مدد سے نہایت مدلل انداز میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ آخر میں ڈاکٹر صاحب نے لوگوں پر یہ واضح کر دیا کہ اقامت دین کو قائم اور برپا کرنے کے لئے تنظیم اسلامی میں شامل ہونا چاہئے تاکہ دین کا یہ تقاضا پورا ہو سکے۔

نماز عشاء کے بعد جناب قاضی فضل حکیم نے عبادت رب کو بورڈ کی مدد سے لوگوں کے سامنے پیش کیا اور سامعین پر یہ واضح کیا کہ انسان کا عقیدہ' عبادات' رسومات' طرزِ معاشرت' کاروبار و معاش اور سیاست اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ نظام عدل و قسط کے ماتحت ہو اور پوری زندگی میں اس کو رب مان کر اطاعت کی جائے۔ اس پروگرام میں رفقاء و احباب کے علاوہ تقریباً ۸۰ نمازیوں نے شرکت کی۔

کھانے کے وقفے کے بعد تعارفی پروگرام ہوا۔ تعارف کے بعد اسرہ بدرشی کے رفیق سریر الدین نے سیرت صحابہؓ کے ضمن میں حضرت ابوذر غفاریؓ کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد اسرہ خویشگی کے نقیب ساوید احمد نے بنیادی دینی مسائل کے سلسلے میں نماز کے فرائض بیان کئے۔ انفرادی نوافل اور نماز فجر کے بعد ساوید احمد نے درس قرآن دیا اور لوگوں سے مطالبہ کیا کہ وہ ہمارے ساتھ شامل ہو کر دین کے کام میں مدد کریں' تاکہ ہم آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سرخرو ہو سکیں۔ اس کے ساتھ ہی مسنون دعا پر شب بسری کا یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ : شیر قادر)

اسرہ منڈیاں ایبٹ آباد کا تنظیمی اجتماع

یکم فروری بعد نماز عشاء مسجد السید ہسپتال میں اسرہ منڈیاں کا تنظیمی اجتماع منعقد ہوا۔ رفیق تنظیم فصیح الرحمٰن نے سورۃ القیامہ کے تلاوت و ترجمہ سے آغاز کیا۔ فرضی نمازوں اور تلاوت قرآن کے حوالے سے احتسابی جائزہ لیا گیا۔ رفقاء کو توجہ دلائی گئی کہ وہ روزانہ تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ اس کا ترجمہ پڑھنا بھی اپنے معمولات میں شامل کریں' دعوت رجوع الی القرآن کیسٹ کورس کی طرف بھی رفقاء کو توجہ دلائی گئی انفرادی اصلاح کے ساتھ دعوت دین کی طرف بھی رفقاء کی توجہ دلائی گئی۔ الحمد للہ اس سلسلے میں ہر جمعہ اور بعد نماز مغرب مسجد السید ہسپتال میں درس قرآن دیا جاتا ہے جس میں پندرہ تا بیس احباب شرکت کر رہے ہیں۔ رفقاء کو یاددہانی کروائی گئی کہ وہ ان نشستوں میں خود بھی باقاعدگی سے شریک ہوں اور دیگر احباب کو بھی ساتھ لانے کی کوشش کریں۔ ندائے خلافت اور میثاق کے مطالعے کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔

اس تنظیمی اجتماع میں پانچ رفقاء فصیح الرحمٰن' نسیم حسن صاحب' اعجاز احمد صاحب' محمد عرفان' طاہر صاحب اور راقم نے شرکت کی۔ (رپورٹ : ذوالفقار علی)

عوامی مسائل

بجلی کے بلوں کو دیکھ کر تو پوری قوم بلبلا رہی ہے ہم بھی ہر ماہ بلبلاتے ہوئے بل جمع کرا دیتے ہیں۔ اس پر مزید یہ کہ "جبری انکم ٹیکس" بھی کمرشل بلوں میں شامل کر دیا گیا اور اب مزید جی ایس ٹی کے نام سے "جگا سیلز ٹیکس" بھی شامل کر دیا گیا ہے اور ابھی نہ جانے کون کون سے ٹیکس آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک والے ہماری حکومتوں کو ڈکٹیٹ کروائیں گے اور یہ لوگ اپنی "نوکری" بچانے کے لئے ہم پر اور کتنا ظلم کریں گے' مگر نوکری پھر بھی کسی کی پکی نہیں ہو گی۔ ان حالات میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ صرف واویلا؟..... نہیں اس ظالم نظام کو بدلنے کی جدوجہد میں شریک ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں وہ نظام قائم کرنے کی سعادت نصیب فرمائے جس کی پیشین گوئی کسی اور نے نہیں حضور ﷺ نے فرمائی ہے۔ آمین۔

محمد طارق
رفیق تنظیم اسلامی' لاہور وسطی

بقیہ : ہم کون ہیں؟

مغربی اور ہندو تہذیب نے ہمارے گھروں کے اندر جگہ بنا لی ہے امریکی ڈالر ہماری کرنسی بن چکی ہے اور امریکی ویزا اور شہریت کا حصول ہمارے بچے بچے کی تمنا اور خواہش کا روپ دھار چکے ہیں تو پھر ہمارا اپنا کیا رہ گیا ہے؟ ہمارے علماء کرام سیاست کے بکھیڑوں میں الجھ کر نسل نو کی رہنمائی اور تربیت سے لاتعلق ہو گئے۔ ان کے نزدیک تو اب اسلام کی سب سے بڑی خدمت یہ رہ گئی ہے کہ حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کرتے رہیں یا سی ٹی بی ٹی پر دستخطوں کے غیر اسلامی ہونے کے فتوے دیتے رہیں اور بس انہیں اس کا احساس ہی نہیں کہ ہمارے گھروں کے اندر مغربی اور ہندو تہذیب و ثقافت کس طرح سینہ لگا چکی ہیں اور اب وہ ہمارے ڈرائنگ روموں' ڈائننگ روموں اور بیڈ روموں کے اندر داخل ہو گئی ہیں۔ ہمارے دانشور اور علمائے کرام اکیسویں صدی کو اسلام کی صدی قرار دے کر خوش ہونے میں لگے ہوئے ہیں۔ بیشک مستقبل اسلام کا ہے مگر اس کے لئے مسلمانوں کو محنت کرنی ہو گی اور خود کو تبدیل کرنا ہو گا۔ گویہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں! اس سلسلے میں کرنے کا پہلا کام یہ ہے کہ مسلمان اپنی حیثیت اور مقام سے آگاہ ہوں۔ وہ اپنی شناخت اور پہچان کو اجاگر کریں اور خود کو دنیا سے منوائیں اور تسلیم کرائیں نیز وہ اپنی "بنیادوں" کو پھر سے مضبوط کریں۔ دنیا اگر انہیں "بنیاد پرست" سمجھتی اور کہتی ہے تو وہ اس پر چھپنے اور شرمانے کی بجائے ببانگ دہل کہیں کہ ہاں ہم "بنیاد پرست ہیں" ہماری بنیاد "اسلام" ہے۔ اسلام ہی ہماری شناخت اور ہماری پہچان ہے اور ہمیں اس پر فخر بھی ہے کیونکہ ہم ان سے بہتر ہیں جن کی کوئی "بنیاد" ہی نہیں اور وہ ہوا میں معلق ہیں۔

قرآن کالج ٹک شاپ

قرآن کالج کی ٹک شاپ چلانے کے لئے ادارہ سے ذہنی مناسبت رکھنے والے تجربہ کار حضرات فوری رابطہ کریں۔

رابطہ : نعیم الدین' منتظم عمومی
36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 5869501-03

نہ ایشیا میں نہ یورپ میں سوز و سازِ حیات
خودی کی موت ہے یہ اور وہ ضمیر کی موت!
دلوں میں ولولہ انقلاب ہے پیدا
قریب آ گئی شاید جہانِ پیر کی موت!

Vol:9 Regd. CPL No . 127 No.9

WEEKLY NIDA-I-KHILAFAT LAHORE

مکتوب بھارت

"انسان کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کو ایک مان کر اسی کی عبادت کرے"

ایک ہندو کی زبان سے توحید کی گواہی

گیان پر کاش ودیارتھی کا خط ' محترم ڈاکٹر اسرار احمد کے نام

بھارت سے موصول ہونے والا ایک دلچسپ خط جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسان کی فطرت صرف توحید ہی کو مانتی ہے۔ اس خط کے ذریعے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کے اس موقف کی بھی تائید ہوتی ہے کہ بھارت کے مقابلے میں ہمارے پاس اصل ہتھیار نظریاتی ہے۔ قرآن کی تلوار سے نہ صرف دفاع کیا جا سکتا ہے بلکہ اس قوت کو استعمال کر کے ہندو اور ہندوستان کو فتح بھی کیا جا سکتا ہے۔ (ادارہ)

مکرمی جناب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

آپ پر بھگوان (خدا) کی کرپا (رحمت) ہو

آپ نے جو پستکیں (کتابیں) روانہ کیں وہ ہم تک سرکشت روپ (محفوظ طریقے) سے پہنچ گئی ہیں۔ اس اُپہار (تحفے) کے لئے ہم آپ کو دھنیہ واد دیتے ہیں (شکریہ ادا کرتے ہیں)۔ ایشوری گرنتھ (خدائے ذوالجلال) کا بھاشیہ (احکام) جو آپ نے لکھا ہے بہت پسند آیا ہم ایشور (خدا) سے پرارتھنا (دعا) کرتے ہیں کہ اسی پرکار (طرح) سے آپ مانو سیوا (مخلوق کی خدمت) کرتے رہیں۔ اس کا پھل آپ کو لوک پرلوک (آخرت) میں ضرور پراپت (حاصل) ہو گا ہم نے بھی اپنے دیش (وطن) میں' دیش اور دیش واسیوں (عوام) کی بھلائی کے لئے اپنی سنسکرت بھاشا (زبان) میں مانو سدھار (مخلوق کی اصلاح) کا کام شروع کیا ہے تاکہ ملک کے باشندے اس بات کو سمجھیں کہ ہماری پیدائش کیوں ہوئی۔ ہمارا مالک جو ہم پر برابر اُپکار ہی اُپکار (رحمتیں) رات دن کر رہا ہے جو تمام ضرورتوں سے پوتر (پاک) ہے۔ اس کی بھگتی (بندگی) کرنے میں کیول (صرف) ہمارا ہی لابھ (فائدہ) ہے۔ ایشور کا ایک رتی بھی فائدہ نہیں ہے۔ بات چلی تھی اپنی بھاشا (زبان) میں کام کرنے کی۔ یہ پروگرام اُس آدیش (حکم) کے انوسار (مطابق) ہے جہاں کہا گیا ہے کہ ہم نے اپنے تمام دُوتوں (پیغمبروں) کو ان کی قوم اور بھاشا میں بھیجا تاکہ جنتا ایشوری آدیش (خدائی احکام) کو بھلی بھانت (اچھی طرح) سمجھ لے۔ یہ کام ہر منش (انسان) کی اپنی ذمہ داری ہے اگر وہ گیان (سمجھ) رکھتے ہیں۔ گیانی آدمی ہی بھلی بات اور سیدھا راستہ پسند کرتے ہیں۔ اگر گیانی آدمی بگڑ جاتا ہے تو پورا سماج چوپٹ ہو جاتا ہے پرنتو (مگر) مورکھ منش (بے وقوف آدمی) دشمنی پر کمر کس لیتا ہے۔ اپنے اپنے استھان (مقام) پر ہر گیانی منش اپنے دیش اور سماج سدھار (معاشرے کی اصلاح) کے لئے اچھا اور سیدھا راستہ کھوج (ڈھونڈ) کر سماج کو بتائے۔ یہ کام بہت مشکل اور دشوار ہے مگر جس کی آنکھیں پرلوک (آخرت) کی سپھلتا (فلاح) پر ہیں وہ سنتوش اور صبر کا دامن پکڑتے ہیں۔ من مانا جیون (اپنی مرضی کی زندگی) گزارنا تباہی ہے۔ لوبھی' لالچی' نفس پرست لوگوں نے عوام کو بھاشا دیش اور ذات پات کے چکر میں ایسا الجھا دیا ہے جس سے نکلنا آسان بات نہیں ہے۔

مانو (انسان) کی اصل ذمہ داری ہے کہ وہ ایشور کو ایک نراکار (واحد)' اجنما' اجر' امر (ہمیشہ قائم و دائم رہنے والا)' مان کر اسی ایک پربھو کی پوجا (عبادت) کرے جو وقت وقت پر اپنے اوتار سنسار سدھار کے لئے بھیجتا رہا یعنی جگدیشور (خالق) نے جو آدیش (سبق) شروع میں مانو کو دیا تھا وہ اس سندیش (پیغام) کو وہ بار بار یاد دلاتا رہا اور انت (آخر) میں اپنے آدیش سندیش کو انتم روپ (آخری کتاب کی صورت) میں سرکشت (محفوظ) کر دیا' انتم اوتار (آخری پیغمبر) کا آنا سب کے لئے ہے۔ ہمارا بھارت سدا (ہمیشہ) سے اوتاروں کو مانتا آیا ہے مگر لوگ سمجھ نہیں پائے۔ بات اس روپ میں مفید ہے جب سامعین سمجھ جائیں۔ آج تو لوگ دھرم نہیں بھاشا سکھاتے ہیں اور بھاشا کو ہی دھرم سمجھتے ہیں۔ آپ سے گزارش ہے کہ یہ پتر (خط) زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ ہم گلاب ہیں خاروں کے بیچ میں' مجھے اصحاب کہف بنا دیں۔ ایشور اوسر (لازماً) اپنی نشانیاں ظاہر کرے گا۔ آشا (امید) ہے کہ آپ پوری بات سمجھ گئے ہوں گے ۔

میدان جہاد میں اسارے (غازی) کا علم ہے
ایشور بھون میں آج براجمان صنم ہے
گر اب بھی نہ سمجھے کوئی میری پکار کو
انسانیت پر یقیناً یہ ظلم و ستم ہے

مندرجہ ذیل کتب روانہ کریں تو بڑی کرپا (مہربانی) ہو گی۔ تنظیم اسلامی کی دعوت' الہدیٰ کیسٹ سیریز نمبر ۲۳' ۲۴' ۲۵ اور بھی جو پستک (کتاب) لابھ دایک (فائدہ مند) ہو ضرور روانہ کریں۔

فقط آپ کا شوبھ چنتک (خیر اندیش)

گیان پرکاش ودیارتھی

ضلع اعظم گڑھ۔ یوپی

دعائے صحت

العین' امارات میں رفیق تنظیم خواجہ محمد سرور سخت علیل ہیں رفقاء سے ان کی دعائے صحت یابی کی اپیل ہے۔

☆ ☆ ☆

سید افتخار شاہ شعبہ انگریزی' قرآن اکیڈمی لاہور کی جلد شفایابی کے لئے رفقاء دعا فرمائیں۔

ضرورت رشتہ

امریکن گرین کارڈ ہولڈر دو بہنوں' تعلیم ایف اے اور میٹرک' عمر 18 اور 16 سال کے لئے دینی رجحان کے حامل' تعلیم یافتہ' لاہور کے رہائشی رشتے درکار ہیں۔ شادی کے بعد لڑکوں کو امریکہ منتقل ہونے میں مدد دی جا سکتی ہے۔

رابطہ : طارق عبداللہ فون : 894667

ضرورت رشتہ

ایم اے جرنلزم' دینی مزاج کی حامل لڑکی کے لئے تعلیم یافتہ' صاحب روزگار' دیندار گھرانے سے تعلق رکھنے والے لڑکے کا رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ : شاہد اسلم گوجرانوالہ

فون : (0341) 173115